جلال پوری نے منظم کر رکھا تھا اور ایک پورا حلقہ اپنے ساتھ جوڑا ہوا تھا، اسے دیکھ کر تسلی ہوتی تھی کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے ذوق کے لوگ ابھی موجود ہیں اور یہ محاذ خالی نہیں ہوا۔

مولانا عبد الغفور ندیم شہید کے ساتھ میرا کچھ زیادہ رابطہ نہیں تھا۔ شاید ایک آدھ دفعہ کہیں ملاقات ہوئی ہو، مگر اتنی بات کافی تھی کہ وہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید کے قافلے کے رکن تھے اور ان کے مشن کو جاری رکھنے والے راہ نماؤں میں سے تھے۔ اس قافلے نے قربانیوں کی ایک نئی تاریخ رقم کی ہے اور ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے عنوان سے شہادتوں کی لائن لگا دی ہے۔ ان کے طریق کار سے اختلاف کے باوجود ان کا خلوص اور استقامت ہمیشہ مسلمہ رہی ہے۔

بہر حال مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا عبد الغفور ندیم اور ان کے رفقا کی شہادت پورے اہل دین کے لیے باعث صدمہ ہے اور دینی جدوجہد کے کسی بھی شعبے میں کام کرنے والوں کو اس سے دکھ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی قربانیاں قبول فرمائیں، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔

مولانا محمد فیروز خان ثاقب کا انتقال

حضرت مولانا محمد فیروز خان ثاقب بھی انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ شاید فضلاے دیوبند میں سے ہمارے علاقے میں آخری بزرگ تھے۔ ابھی چند ماہ قبل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے سابق ناظم اور محکمہ اوقاف کے سابق ڈسٹرکٹ خطیب مولانا لالہ عبد العزیز سرگودھوی کا انتقال ہوا تو ان کے بعد ہم کہا کرتے تھے کہ اب دیوبند کی آخری نشانی ہمارے پاس حضرت مولانا محمد فیروز خان رہ گئے ہیں۔ وہ بھی ۹ مارچ کو ہم سے رخصت ہو گئے۔

ان کا تعلق آزاد کشمیر کی وادیٔ نیلم سے تھا۔ غالباً ۱۹۵۶ء میں دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے اور ان سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں آ گئے اور دار العلوم مدنیہ کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا جو اب ضلع سیالکوٹ کے بڑے دینی اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ پاکستان کے سابق وزیر خارجہ اور قادیانی امت کے عالمی لیڈر چودھری ظفر اللہ خان کا تعلق بھی ڈسکہ سے تھا اور ان کا خاندان ایک عرصہ تک یہاں آباد رہا ہے۔ مولانا فیروز خان نے ظفر اللہ خان کی خاندانی حویلی کے سامنے ایک خالی جگہ پر ڈیرہ لگا لیا۔ مزاج میں جلال غالب تھا۔ متحرک اور فعال عالم دین تھے اور دینی حمیت وغیرت کا مجسمہ تھے، اس لیے خوب گہما گہمی رہی اور ''اٹ کھڑکا'' وقتاً فوقتاً ہوتا رہا۔ دار العلوم مدنیہ کے جلسے کا اسٹیج چودھری ظفر اللہ خان کی خاندانی حویلی کے سامنے ہوتا تھا، اس لیے اس اسٹیج پر احراری خطابت کی گھن گرج عجیب سماں پیدا کرتی تھی۔

حضرت مولانا محمد فیروز خان ثاقب اعلیٰ پایے کے مدرس تھے، بالخصوص ادب اور معقولات میں چوٹی کے اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ دینی تحریکات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ خود ان کا اپنا مزاج تحریکی تھا۔ جب تک صحت نے ساتھ دیا، دینی معاملات میں کسی نہ کسی حوالے سے پیش رفت کرتے رہتے تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ، ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۸۷ء کی شریعت بل کی تحریک میں ہمارا ساتھ رہا۔ ان کا جوش وجذبہ اور عزم واستقلال دیکھ کر مایوس دلوں میں حوصلہ پیدا ہو جاتا تھا اور خاموش مزاج لوگوں کا بھی بولنے اور کچھ کر گزرنے کو جی چاہنے لگتا